Fikr-o-Nasar (Islamabad) 19:10 (1982)

امام ابو حنیفہ

فقہ اسلامی کے اوّلین مرتب

محمد میاں صدیقی

نعمان نام، ابو حنیفہ کنیت، امام اعظم لقب، ابن خلکان کے مطابق شجرۂ نسب یہ ہے:

ابو حنیفہ النعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ[1] مورخ بغدادی نے امام کے پوتے اسماعیل کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے: "میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں"[2] اسماعیل یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم فارسی النسل ہیں، اور کبھی کسی کی غلامی میں نہیں رہے۔ ناموں کی ترکیب سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ آپ فارسی النسل ہیں۔[3]

اسماعیل نے امام صاحب کے دادا کا نام نعمان، اور پردادا کا نام مرزبان بتایا، حالانکہ عام طور پر زوطی،[4] اور ماہ، مشہور ہیں۔ غالباً جب زوطی ایمان لائے ہوں گے تو ان کا اسلامی نام نعمان رکھ دیا گیا ہوگا، اسماعیل نے سلسلۂ نسب بیان کرتے وقت وہی اسلامی نام لیا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ زوطی کے والد کا حقیقی نام کچھ اور ہوگا۔ ماہ اور مرزبان، لقب ہوں گے کیوں کہ اسماعیل کی روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ ان کا خاندان فارس کا ایک معزز اور مشہور خاندان تھا۔[5] فارس میں سردار، اور رئیس شہر کو مرزبان کہتے تھے۔ اس لئے قرینِ قیاس یہی ہے کہ ماہ، اور مرزبان، لقب ہیں نہ کہ نام۔

زوطی کی نسبت وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ خاص کس شہر کے رہنے والے تھے، مورخوں نے مختلف شہروں کے نام لئے ہیں، لیکن قرائن اور دلائل کے بغیر کسی ایک کو ترجیح دینا مشکل ہے، البتہ یقینی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ ان کا تعلق، سرزمین فارس سے تھا، اور وہ فارسی النسل تھے۔[6]

اس وقت ان علاقوں میں، بہت سے خاندان، اور قبیلے، اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہو چکے تھے، غالباً زوطیٰ اسی زمانے میں اسلام لائے اور جوش شوق میں عرب کا رخ کیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دورِ خلافت تھا، اور شہر کوفہ کو دار الخلافہ ہونے کا شرف حاصل تھا، اسی شرف خصوصی نے 'زوطیٰ' کو کوفہ میں طرحِ اقامت ڈالنے پر مجبور کیا۔[۵]

حضرت علیؓ کے دربار میں حاضری

تمام ثقہ مورخین کہتے ہیں کہ امام صاحب کے والد، صغر سنی میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت امیر المومنین نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں دعائے خیر کی، امام صاحب کے دادا زوطیٰ، کبھی کبھی حضرت امیر کے دربار میں حاضر ہوتے، اور خلوص عقیدت کے آداب بجا لاتے۔ ایک بار نوروز کے دن، کہ پارسیوں کا یوم عید ہے۔ فالودہ لے کر حاضر ہوئے، اور حضرت امیر کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے فرمایا: "نوروزنا کل یوم" ہمارے یہاں تو ہر روز، نوروز ہے۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ امام کا خاندان اتنا باحیثیت، اور دولت مند تھا کہ خلیفۂ وقت کی خدمت میں شاہی حلوہ، بطور ہدیہ پیش کرتا تھا، جو اس زمانے میں اہل ثروت ہی کے دسترخوانوں پر چنا جاتا تھا۔[۶]

امام صاحب، اسم بامسمّٰی:

ابن حجر مکی ہیثمیؒ کہتے ہیں کہ: امام صاحب، اسم بامسمّٰی ہیں۔ کیونکہ نعمان دراصل اس خون کو کہتے ہیں جس پہ بدن کا سارا ڈھانچہ قائم ہے، اور جس کے ذریعے جسم کی تمام مشینری حرکت کرتی ہے، اسی لئے روح کو بھی نعمان کہتے ہیں، امام صاحب کی ذات گرامی، اسلام میں قانون سازی کی خشتِ اول، اور اس کے مدارج ومشکلات کا مرکز ہے، اس بنا پہ آپ کا نام نعمان، بہت موزوں بھی ہے اور اسم بامسمّٰی کا مصداق بھی، چنانچہ کہتے ہیں: "ابو حنیفہ فقہ اسلامی کا بنیادی ستون ہیں"۔[۷]

سُرخ، اور خوشبودار گھاس کو بھی "نعمان" کہتے ہیں، امام صاحب کے محاسن، اور علم د

فضل کی مہک سے اسلامی دنیا کا گوشہ گوشہ معطر ہے۔

ابن حجر ہیثمی ہی لکھتے ہیں کہ : فعلان کے وزن پر نعمۃ سے بنا ہے، نام میں معنوی رعایت یہ ہے کہ آپ کی ذات گرامی، مخلوق خدا کے لئے نعمت عظمٰی ہے، کہتے ہیں۔ فابو حنیفۃ نعمۃ اللہ علیٰ خلقہ۔ یعنی ابو حنیفہ، اللہ کی مخلوق کے لئے ایک نعمت ہیں۔ [۱۰]

ابو حنیفہ کنیت رکھنے کی وجہ :

تذکرہ نگاروں نے، ابو حنیفہ کنیت رکھنے کی مختلف وجوہ بیان کی ہیں کسی نے کہا : حنیفہ عراقی زبان میں دوات کو کہتے ہیں، آپ کو قلم دوات سے کیونکہ گہرا لگاؤ تھا اس لئے ابو حنیفہ کنیت اختیار کی، لیکن یہ محض قیاس، اور اٹکل کے تیر ہیں، حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ نہیں، ان توجیہات کی راہ اس لئے کھلی کہ آپ کے کوئی بیٹی نہ تھی، صاحب خیرات الحسان نے تصریح کی ہے کہ :

ولا یعلم لہ ذکر ولا انثی	آپ کے نہ کوئی بیٹی تھی، اور نہ حماد کے سوا
غیر حمادٍ	کوئی بیٹا تھا۔

حنیفہ، حنیف کا مونث ہے۔ حنیف وہ شخص کہلاتا ہے جو سب سے کٹ کر صرف مولےٰ کا ہو رہے۔

اشخاص میں جیسے حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حنیف ہیں ایسے ہی ادیان میں ان کا دین، دین حنیف، اور ملتوں میں ان کی ملت، ملت حنیفہ ہے۔ امام صاحب میں دین حنیف، اور ملت حنیفہ کی خدمت کا جذبہ ابتداء ہی سے تھا، اس لئے زیادہ قرین قیاس یہی ہے کہ آپ نے اس لطیف احساس کے اظہار کی خاطر، تفاؤل کی بنا پر اپنی کنیت ابو حنیفہ اختیار فرمائی۔ جیسے لوگ عموماً ابو الحسنات، ابو المکارم، اور ابو الکلام وغیرہ کنیتیں رکھ لیتے ہیں، بجا طور پہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی یہ کنیت حقیقی نہیں، وصفی معنی کے اعتبار سے ہے۔ یعنی ابو الملۃ الحنیفہ۔ [۱۱]

ابو حنیفہ تابعی ہیں :

امت محمدیہ میں سب سے بزرگ، اور اعلیٰ مرتبہ صحابہ کا ہے۔ جنہیں بارگاہ خداوندی

سے دائمی خوشنودی کا پروانہ مل چکا ہے:

"اور جو لوگ قدیم ہیں، سب سے پہلے ہجرت کرنے والے، اور مدد کرنے والے، اور وہ لوگ جنہوں نے ان کی خوبی کے ساتھ پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔[13] اور کاشانۂ نبوت سے جن کے بارے میں اعلان ہو چکا:

اصحابی کالنجوم بایّھم اقتدیتم اھتدیتم۔ — میرے ساتھی ستاروں کی طرح ہیں، جس کی بھی پیروی کروگے، سیدھی راہ پا جاؤگے

صحابہ کے بعد تابعین، اسلام میں ایک امتیازی مقام رکھتے ہیں، فرمان نبوی ہے: خیر الناس قرنی، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم۔ یعنی بہترین لوگ، میرے زمانے کے لوگ، ہیں، اس کے بعد جو ان سے متصل ہیں، اور پھر جو ان سے متصل ہیں۔

امام محی الدین نووی[14] اس حدیث میں لکھتے ہیں کہ: حضور کا دور، صحابہ کا زمانہ ہے دوسرا دور تابعین کا، اور تیسرا تبع تابعین کا۔

امام صاحب، ۸۰ ہجری/۶۹۹م، میں پیدا ہوئے[15] اس وقت تیس صحابہ بقید حیات تھے، اس حقیقت کا اعتراف سبھی نے کیا ہے کہ ابو حنیفہ نے صحابہ کا زمانہ پایا ہے، حافظ ذہبی، حافظ عسقلانی، ابن جوزی، خطیب بغدادی، ابن خلکان، اور ابن حجر مکی[16] جیسے جہاندیدۂ فن نے تسلیم کیا ہے کہ ابو حنیفہ، جناب رسالت مآب کے خادم خاص، حضرت انس بن مالک کی زیارت سے کئی بار مشرف ہوئے ہیں۔

حضرت انس[17] کی آمد و رفت کے علاوہ، خود کوفہ میں امام صاحب کی پیدائش کے وقت نو صحابہ موجود تھے۔[18] ابن ندیم، اور ابن سعد نے آپ کو تابعین کے طبقہ پنجم میں شمار کیا ہے۔[19] اختلاف اگر ہے تو صرف اس بات میں کہ امام صاحب نے کسی صحابی سے روایت کی یا نہیں ۔!

یہ ایک طویل، اور فنی بحث ہے۔ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ امام صاحب نے کسی صحابی سے روایت نہیں کی، تاہم یہ شرف ان کی قسمت میں ضرور تھا کہ جن آنکھوں نے پیغمبر علیہ السلام

کا جمالِ جہاں تاب دیکھا تھا، ان کے دیدار سے عقیدت کی آنکھیں روشن کریں۔

یہ واقعہ اگرچہ ایک تاریخی واقعہ ہے، مگر کیونکہ اس سے تابعیت کا رتبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اس نے مذہبی صورت اختیار کر لی، اور بڑی بڑی بحثیں قائم ہو گئیں۔

بلاشبہ ابو حنیفہ کو اس شرف پر ناز تھا، اور بجا ناز تھا کہ انہوں نے ان مقدس اور پاکیزہ ہستیوں کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی کی تھیں جنہیں پیغمبر خدا علیہ السلام کا دیدار اور شرف صحبت حاصل ہوا تھا۔ تمام تذکرہ نگار یہ ماننے کے لئے مجبور ہیں کہ چاروں ائمہ مجتہدین میں، بجز ابو حنیفہ کے، یہ سعادت کسی کا نصیبہ نہ بن سکی۔[۲۲]

غیر قومیں ممکن ہے ان باتوں کو معمولی خیال کریں لیکن ان واقعات سے اس والہانہ محبت بے پایاں عشق، اور جوش عقیدت کا اظہار ہوتا ہے جو مسلمانوں کو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے تعلق کے باعث صحابہ سے ہے۔

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیۂ گل بود بس ست

بشارتِ نبوی :۔

ابو حنیفہ کے مناقب، اور فضائل میں تذکرہ نگاروں، اور ان کے مداحوں نے، ہم عصر فقہاء اور محدثین کے اقوال اور بعض ضعیف روایات پر بھروسہ کیا ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ تنکوں کا پل تعمیر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں، ابو حنیفہ کا علم و فضل، اور ان کی عظیم شخصیت، معاصرین کے تعریفی کلمات سے بے نیاز ہے۔ جناب رسالت مآبؐ کے ایک ارشاد نے انہیں علم و فضل، تقویٰ و طہارت اور ذہانت و طباعی کی ان بلندیوں سے آشنا کیا، اور امام نے ان رفعتوں پر نقش قدم چھوڑے، جہاں دوسروں کی نگاہیں نہ پہنچ سکیں۔

روایات سے ثابت ہے کہ جس وقت قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: "وان تتولوا

یستبدل قوماً غیرکم ثم لایکونوا امثالکم۔ یعنی اگر تم احکام الٰہی کی پیروی، یا ان کی تبلیغ واشاعت سے روگردانی کروگے، تو خدا تمہارے سوا ایک نئی قوم لے آئے گا، جو تمہاری طرح نہ ہوگی، جناب رسالت مآب کے گرد صحابہ بیٹھے تھے، حضور نے یہ آیت تلاوت کی، صحابہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! ہمارے سوا نئی اور دوسری قوم سے کون سی قوم مراد ہے؟ سلمان فارسیؓ بھی حاضر خدمت تھے، حضورؐ نے ان کے شانے پہ دست مبارک رکھا اور فرمایا۔ سلمان! وہ تیری قوم ہوگی۔ اور اس کے بعد زبان نبوت نے یہ بشارت دی: لوکان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من ھولاء، اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے۔ لذھب بہ رجل من ابناء فارس، یعنی اگر ایمان ثریا کے پاس بھی پہنچ جائے (اور اس کی بلندی، لوگوں کی دسترس سے بالا ہوجائے) تب بھی اہل فارس کا ایک مرد، اسے وہاں پالے گا۔ [۲۱]

ابوحنیفہ کا فارسی الاصل ہونا، ایک ٹھوس حقیقت ہے۔ جلال الدین سیوطی (م - ۹۱۱ھ) ابن حجر مکی (م - ۹۷۴ھ)، اور شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) جیسے علماء اور ائمہ نے صراحت کی ہے کہ اس بشارت نبویؐ کے اولین مصداق، ابوحنیفہ ہیں [۲۲] اگرچہ یہ دروازہ، بخاری، اور ابن ماجہ جیسے فرزندان فارس کے لئے بند نہیں ہے جنہوں نے دین محمدیؐ کی خدمت واشاعت میں اپنی عمریں صرف کریں۔ اور اپنے محبوب نبی کے اسوہ، اور تعلیم کو، مشرق ومغرب کی وسعتوں میں پھیلا دیا۔

سرزمین فارس کے لئے یقیناً یہ بہت بڑا اعزاز، اور فخر ہے کہ اس کی کوکھ سے ابوحنیفہ، بخاری ابن ماجہ، اور غزالی جیسی یگانۂ روزگار ہستیوں نے جنم لیا۔ جن کے فضل وکمال کے ان مٹ نقوش علمی دنیا کے چپہ چپہ پہ ثبت ہیں۔

ذاتی محاسن

امام صاحب کو خدا نے حسن سیرت کے ساتھ حسن صورت سے بھی نوازا تھا میانہ قد خوش رو، اور موزوں اندام تھے، گفتگو بڑی صاف اور شیریں کرتے کبھی تلخ لہجہ میں بات نہیں کرتے تھے۔ انداز بیان اتنا سلجھا ہوا تھا کہ کیسا ہی مشکل مسئلہ ہو اس فصاحت اور خوبی سے بیان کرتے تھے کہ ہر سطح

کا آدمی سمجھا جاتا۔

رہن سہن امیرانہ تھا اور کیوں نہ ہوتا۔ وسیع کاروبار کے مالک تھے، خاص قسم کا ریشمی کپڑا جسے اس زمانے میں "خز" کہتے تھے بناتے اور فروخت کرتے تھے، مختلف شہروں میں کاروباری نمائندے مقرر تھے ہزاروں روپیہ کا یومیہ کاروبار ہوتا تھا دار عمرو بن حریث میں جو جامع مسجد کوفہ کے قریب تھا امام صاحب کی دوکان اور کارخانہ تھا۔[۲۳]

آپ کے محاسن اخلاق کی صحیح اگر اجمالی تصویر دیکھنی ہو تو ابو یوسف کی اس تقریر کے چند اقتباسات کافی ہیں جو انہوں نے آپ کے بارے میں ہارون الرشید کے سامنے کی، ایک بار ہارون نے، ابو یوسف سے کہا کہ ابو حنیفہ کے اوصاف بیان کیجئے! ابو یوسف نے کہا:

"میرے علم کے مطابق ابو حنیفہ نہایت پرہیزگار تھے منہیات سے بچتے تھے، اکثر خاموش رہتے، بولتے کم اور سوچتے زیادہ تھے، کوئی شخص مسئلہ پوچھتا تو جواب دیتے۔ اگر اس مسئلہ کی تحقیق نہ ہوتی تو خاموش رہتے، بے حد سخی اور دریا دل تھے، کسی کے آگے ضرورت نہیں لے جاتے، اہل دنیا سے احتراز کرتے، دنیوی جاہ و عزت کو حقیر سمجھتے، کبھی کسی کی غیبت نہ کرتے، جب کسی کا ذکر کرتے بھلائی کے ساتھ کرتے، بہت بڑے عالم تھے، مال و دولت کی طرح، علم دوسروں تک پہنچانے میں بھی فیاض اور فراخ دل تھے۔"

ابو یوسف کا یہ تبصرہ سن کر ہارون الرشید نے کہا: "صالحین کے یہی اخلاق و صفات ہوتے ہیں"۔

ممکن ہے عام نگاہوں میں یہ باتیں چنداں وقعت کی حامل نہ ہوں، مگر جنہیں خدا نے نور بصیرت سے نوازا ہے۔ اور جو روحانی اوصاف کے نکتہ شناس ہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں[۲۴] کہ طرز زندگی ظاہر میں جس قدر سادہ اور آسان ہے، درحقیقت اتنا ہی مشکل۔ اور قابل قدر ہے

تحصیل فقہ

حماد کوفہ کے مشہور امام اور استاد تھے، رسول اللہ کے خادم خاص حضرت انس بن مالک سے حدیث سنی تھی، اور بڑے بڑے تابعین کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا تھا، اس وقت کوفہ میں ان کی درسگاہ مرجع خلائق تھی، حضرت عبداللہ بن مسعود سے فقہ کا جو سلسلہ چلا آتا تھا اس کا مدار انہی پر رہ گیا تھا ان وجوہ اور امتیازی خصائص کی بنا پر جب ابو حنیفہ نے علم فقہ پڑھنے کا عزم کیا تو نگاہ انتخاب نے حماد ہی کو چنا۔[۲۶]

ابو حنیفہ نے اگرچہ حماد کے سوا، اور بہت سے اہل علم وفضل سے استفادہ کیا لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خاص علم فقہ میں ان کی تمام تر تعلیم وتربیت حماد ہی کی رہین منت ہے۔

درس وافتاء

امام صاحب نے اگرچہ اپنے استاد، حماد کی زندگی ہی میں اجتہاد کا درجہ حاصل کر لیا تھا، مگر شاگردانہ خلوص نے یہ گوارا نہ کیا کہ استاد کی موجودگی میں اپنا الگ دربار سجائیں، اس دور میں استاد کے ساتھ ادب اور احترام کا جو حال تھا، وہ خود امام کی زبانی سنیئے۔ کہتے ہیں: "جب تک حماد زندہ رہے، میں ان کے گھر کی طرف پاؤں پھیلا کر نہیں سویا" حماد نے ۱۲۰ ہجری میں رحلت کی ان کی وفات نے کوفہ کو بے چراغ کر دیا۔ حماد نے ایک لائق بیٹا چھوڑا تھا جو باپ کی خالی مسند کو رونق بخش سکتا تھا، مگر سب کی نگاہ انتخاب ابو حنیفہ پر تھی، آخر کار انہی کو حماد کی مسند سونپی گئی اسی اثناء میں امام نے خواب دیکھا کہ: پیغمبر خدا کی قبر مبارک کھود رہے ہیں، بیدار ہوئے تو بہت ڈرے، مختلف علماء سے تعبیر مانگی، سب نے یہی کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے دین کی خدمت کرو گے۔[۲۷]

چند روز میں مجلس درس کی وہ شہرت ہوئی کہ کوفہ کی بہت سی چھوٹی چھوٹی درسگاہیں اور مجالس علم ٹوٹ کر امام کے حلقۂ درس میں آملیں، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ خود ان کے

اساتذہ، مثلاً مسعر بن کدام، اور اعمش ان سے استفادہ کرنے لگے۔ اسپین کے سوا، اسلامی دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہ رہا، جو ان کی شاگردی کے تعلق سے آزاد رہا ہو۔ یہ بات حقیقت بن گئی کہ امام کی استادی کے حدود خلیفۂ وقت کے حدود سے تجاوز کر گئے۔[۲۸]

بلاشبہ، حماد کی وفات کے بعد وہ کوفہ میں فقہ اسلام پر سب سے ممتاز سند اور کوفی مکتب فقہ کے بڑے نمائندے ہو گئے۔[۲۹]

آل رسولؐ سے عشق، اور استفادہ

تاریخ اور تذکرہ کے ذخیروں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابو حنیفہ نے جہاں اپنے دور کے جلیل القدر محدثین، اور حماد جیسے فقہا کے آگے زانوئے ادب تہہ کیا، وہاں عراق میں بعض شیعہ فقہاء سے بھی استفادہ کیا ان میں بعض کا تعلق فرقۂ کیسانیہ سے تھا بعض کا فرقۂ زیدیہ سے، اور بعض کا فرقۂ امامیہ سے، ان شیوخ کے فضل و کمال سے امام نے کیا اثر قبول کیا؟ اس بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ محبت آل نبیؐ کے سوا اس کا تاثر امام کی ذات کے کسی پہلو سے ظاہر نہیں ہوا۔

درحقیقت ابو حنیفہ کی تحصیل علم کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مختلف عناصر سے غذا حاصل کرتا ہے اور ان سے ان کا قوام حیات تیار ہوتا ہے پھر ان عناصر کا اثر اس کے جسم پر نمایاں ہوتا ہے، اسی طرح ابو حنیفہ، ان مختلف عناصر سے روحانی غذا حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ فکر جدید، اور رائے قدیم کی دولت سے مالا مال ہو کر پردۂ نمود پہ ابھرے۔ ایسی غذا اگرچہ ان تمام عناصر سے مختلف ہو گی، مگر ان سب کی خوبیاں اس میں بدرجۂ اتم موجود ہوں گی۔[۳۰]

ابو حنیفہ، متواتر دو سال تک زید بن علی زین العابدین سے اخذ علوم کرتے رہے ان کے بارے میں خود ابو حنیفہ کہا کرتے: میں نے زید بن علی اور ان کے دوسرے افراد خاندان کو دیکھا مگر ان سے زیادہ فقیہ، فصیح، اور حاضر جواب کسی کو نہ پایا۔[۳۱]

ایسے ہی تذکرہ نگاروں نے ابو حنیفہ کے، امام جعفر الصادق کے ساتھ علمی رابطہ اور

امام باقر سے علمی مکالمہ اور اکتساب علم کا ذکر کیا ہے۔[۴۲]

ابو حنیفہ نے، امام جعفر الصادق سے بہت سی مشکلات قرآن حل کیں، حدیث کی سماعت بھی کی، اور روایت بھی، حافظ ذہبی، تذکرۃ الحفاظ میں کہتے ہیں کہ ابو حنیفہ کہا کرتے تھے۔" اگر میرے دو سال امام جعفر الصادق کی خدمت میں نہ گزرے ہوتے تو میں ہلاک ہوگیا ہوتا۔"[۴۳]

تصانیف

ابن ندیم نے الفہرست میں آپ کی چار کتابوں کا نام لکھا ہے۔ الفقہ الاکبر العالم والمتعلم، الرد علی القدریہ، عثمان البتی کے نام خط، ابن ندیم کہتے ہیں کہ امام کی واحد مستند تحریر جو ہم تک پہنچی وہ، وہ خط ہے جو انہوں نے عثمان البتی کے نام لکھا تھا، اور جس میں انہوں نے بڑے نفیس طریقے سے اپنے نظریات کی مدافعت کی ہے۔ یہ خط العالم والمتعلم، اور الفقہ الابسط کے ساتھ قاہرہ (۱۳۶۸ھ/۱۹۴۹م) میں طبع ہو چکا ہے۔[۴۴]

الفقہ الاکبر کی مختلف شروح لکھی گئیں۔ جن میں ملا علی قاری (م۔۱۰۰۱ھ) کی شرح زیادہ مقبول اور متداول ہے۔

ان کے علاوہ، ذیل کی کتب بھی ابو حنیفہ سے منسوب کی جاتی ہیں:

القصیدۃ النعمانیہ، آں حضرت کی مدح میں قصیدہ	مطبوعہ: استنبول ۱۲۶۸ھ
المطلوب، اسی قصیدہ کی شرح	مطبوعہ: مصر ۱۲۹۳ھ۔
المقصود، علم صرف میں رسالہ	مطبوعہ: استنبول ۱۲۹۳ھ۔
تکملۃ المقصود	مطبوعہ: استنبول ۱۲۲۴ھ۔

ابو حنیفہ، اور تدوین فقہ اسلامی:

دین، اصل میں نام ہے کتاب اللہ، اور سنت رسول اللہ کا، سنت صحابہ، اور

خاص طور پر سنت خلفائے راشدین، شریعت کا تتمہ اور تکملہ ہے۔

ایک صدی گزرنے پر تمام احادیث نبوی، روایت کے ذریعہ خلفائے راشدین کے فیصلے، مختلف مسائل میں صحابہ کا اجماع، اکابر علمائے تابعین کے فتاوی، یہ سب کچھ اہل علم کے سامنے آگیا، یہ تمام تردین کی شرح، اور تفصیل تھی، لیکن دین اسلام کا یہ سارا ذخیرہ منتشر اور متفرق تھا۔

رسول اکرم کے عہد میں اسلامی تمدن بالکل سادہ تھا۔ اس کی نشو ونما کا آغاز ایک ایسے ملک میں ہوا تھا جہاں کسی تہذیب و تمدن کا سایہ نہ پڑا تھا، زندگی سادہ تھی ضرورتیں مختصر تھیں اور مسائل محدود، نہ ابھی غیر قوموں سے روابط بڑھے تھے، نہ مختلف علوم وفنون کا چرچا تھا، اس لئے دین کے تمام اصول، فروع اور جزئیات کو اس طرح جمع کر دینے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ ہر دور کی وقتی ضرورتوں کے لئے معمولی فہم و ادراک رکھنے والا شخص بھی اس قانون سے فائدہ اٹھا سکے۔

صحابہ کے دور میں جب اسلامی مملکت کے حدود بڑھے، مسلمان، جزیرۃ العرب سے نکل کر افریقہ، ایشیا، اور یورپ کے بہت سے علاقوں میں نہ صرف پھیلے بلکہ حکمران بنے، تو ان کو نئے تمدن، اور نئی تہذیب سے واسطہ پڑا، مسائل کی نئی نئی قسمیں پیدا ہوئیں، تب تابعین کے عہد میں علمائے حق کی ایک جماعت نے کتاب و سنت کو سامنے رکھ کر اس کے مقرر کردہ قوانین و حدود کے مطابق ایک ایسا ضابطۂ حیات مرتب کرنا شروع کیا جو ہر حال میں مفید، ہر جگہ اور ہر دور میں قابل عمل، اور پورے طور پر جامع ہو،

دوسری صدی ہجری کا ربع اوّل وہ زمانہ تھا جب مسائل اور ان کے اصول، دونوں میں اہلِ علم مختلف ہو گئے امرا، اور حکام نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر قاضیوں سے اپنی منشا، کے مطابق فیصلے کرانے شروع کر دیئے۔ عام مسلمان، قاضیوں کے مختلف، متضاد اور غلط فیصلوں کی وجہ سے مضطرب ہوئے، ان کے سامنے مسائل کی مدّون شکل نہ تھی، تمدنی اور معاشرتی مسائل کی وسعت الگ متقاضی تھی کہ قانون (فقہ) اسلامی کی تدوین ہو، پیدا شدہ موجودہ مسائل

اور متوقع مسائل کی تحقیق و تنقیح کی جائے اور فقہ، اور اصول فقہ کے کلی اور بنیادی ضوابط معین کئے جائیں۔

امت اور دین اسلام کی اس بنیادی ضرورت کو سب سے پہلے امام ابوحنیفہ النعمان نے محسوس کیا، اور دور بنی امیہ کے سقوط کے بعد، وہ اپنے فاضل اور یگانۂ روزگار تلامذہ، اور ساتھیوں کی ایک جماعت کے ساتھ تدوین فقہ اسلامی میں مشغول ہوگئے۔ امام شافعی کے مشہور شاگرد امام مزنی کہتے ہیں:

"امام ابوحنیفہ ہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے علم فقہ کی تدوین کی احادیث نبوی کے درمیان، فقہ کی مستقل کتاب لکھی، اسے باب وار مرتب کیا، ابتداء ابواب طہارت سے کی، پھر دیگر عبادات، اس کے بعد معاملات، یہاں تک کہ میراث و فرائض پر کتاب کو ختم کیا، اس بارے میں امام مالک نے ان کے بعد انہی لائنوں پر کام شروع کیا، پھر ابن جریج، اور ابن ہشام نے۔" [۳۵]

ابوحنیفہ کی طبیعت ابتدا سے مجتہدانہ اور غیر معمولی طور پر مقننانہ تھی، علم کلام کے بحث و مناظرہ نے اسے اور جلا بخش دی تھی، عالم، اور فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ، کاروبار اور لین دین کے پھیلاؤ نے زندگی کے تمام علمی گوشوں سے واقف کر دیا تھا، ملک کے ہر حصہ سے سینکڑوں فتاویٰ اور علمی سوال آتے جس سے اندازہ ہوتا کہ لوگوں کو کیسے کیسے مسائل کا سامنا ہے۔ قاضی، عدالتی فیصلوں میں جو غلطیاں کرتے تھے، وہ بھی آپ کی نظروں سے اوجھل نہ تھیں۔

شریعت محمدی، کیونکہ کسی خاص دور، اور معین قوم اور علاقہ کے لئے نہ تھی بلکہ اسے قیامت تک کے لئے باقی اور نافذ رہنا ہے، اس لئے ضروری تھا کہ اس کی تدوین کے وقت بنیادی طور پر دو باتوں کا خاص طور پر اہتمام کیا جائے۔ ایک یہ کہ شخصی رائے اور اجتہاد پہ منحصر نہ ہو، اس کی ترتیب و تدوین میں مختلف علوم و فنون کے ایسے یگانہ روزگار افراد شامل ہوں، جن کا علم و فضل، دانائی، اور پاکیزگی کردار، شک و شبہ سے بالا ہو، دوسرے اس اہم کام کی انجام دہی کے لئے کسی ایسی جگہ کو منتخب کیا جائے جو نہ صرف مختلف علوم و فنون کا گہوارہ ہو، بلکہ قدیم و جدید،

اور عربی و عجمی تہذیبوں کا سنگم ہو۔

پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ابو حنیفہ نے ان دونوں باتوں کو پوری طرح ملحوظ رکھا۔ چنانچہ مسائل کی ترتیب، اور اصول و ضوابط کی تدوین میں اپنی ذات پر انحصار نہیں کیا بلکہ چالیس علمار کی ایک مجلس بنائی، جس میں ان تمام علوم کے ماہر جمع کئے جن کی تدوین فقہ میں ضرورت ہو سکتی تھی۔ اس طرح گویا ایک ادارۂ علمی تشکیل پذیر ہو گیا، جس نے بائیس برس تک ابو حنیفہ کی سرکردگی میں کام کیا۔ اور امام صاحب کی مجلس تدوین فقہ کا یہ عظیم الشان مجموعہ تیار ہو کر، اہل علم کے ہاتھوں میں آیا۔ اس مجموعہ نے امام صاحب کے زمانے ہی میں قبول عام حاصل کیا۔[۱۶]

اس عظیم الشان کام، اور وسیع ذخیرۂ علم پر تصرف نے، ابو حنیفہ کو بلا شبہ بانیان علوم کی صف میں لا کھڑا کیا۔[۲۴]

امام ابن مبارک کے الفاظ میں۔ آثار اور فقہ فی الحدیث کے لئے ایک مقیاس صحیح پیدا کرنا، وہ لازوال علمی کارنامہ ہے جو ہمیشہ ابو حنیفہ کے نام سے منسوب رہے گا، اس کو بعض محدثین نے "رائے" کے لفظ سے تعبیر کیا، اس مقیاس، اور رائے نے فقہ کے بہت سے ابواب مرتب کرائے۔[۲۵]

ابو حنیفہ کے اس مرتب، اور مدون کردہ فقہ کا نام، "فقہ حنفی" ہوا، جو عالم اسلام کے شرق و غرب میں پھیل گیا۔

فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت

خلافت عباسیہ میں اگرچہ خلفاء خود مدعی اجتہاد تھے۔ تاہم ہارون الرشید کے عہد میں فتاویٰ ابی حنیفہ ساری قلمرو میں، قانون سلطنت کی حیثیت سے نافذ تھے،

مغلوں کے سیلاب کے بعد جو خاندان برسر اقتدار آئے، ان میں اکثر حنفی تھے، سلجوقی محمود غزنوی، جس کی فقہ حنفی پر کتاب التفرید، مشہور ہے، نور الدین زنگی، مصر کے چرکسی، ہندوستان کے آل تیمور، سب حنفی المسلک تھے۔[۲۹]

حنفی مسلک، سب سے پہلے کوفہ میں پروان چڑھا، امام صاحب کی وفات کے بعد، ان کے حلقۂ علماء نے بغداد میں اس کی تعلیم و تدریس کا آغاز کیا، اس کے بعد، اس کی اشاعت اور پیروی عام ہوگئی۔

بعض ظاہر بینوں نے کہا کہ حنفی مسلک کو جو قبول عام ہوا، وہ حکومت و اقتدار کے سہارے ہوا کیونکہ فقہ حنفی کے سب سے اہم رکن، قاضی ابو یوسف خلافت عباسیہ میں، قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کے عہدہ پہ فائز کئے گئے، انہوں نے حنفی مسلک کی سرپرستی کی، لیکن یہ رائے بڑی سطحی ہے اور اس سے ابو حنیفہ کی عظمت، اور ان کے مسلک کی عالمگیر قبولیت کو مجروح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

حنفی مسلک کی ترویج، اور تمام عالم اسلام میں قبولیت کے اسباب، حکومت و خلافت کے اثر و رسوخ سے بہت زیادہ ارفع اور اعلیٰ ہیں۔ ابو حنیفہ کے سوا، باقی تینوں ائمہ مجتہدین کے مسلک کی ترویج و اشاعت کا باعث زیادہ تر ان کی ذاتی خصوصیات تھیں، اور یہی وجہ ہے کہ ان کا مسلک زیادہ تر وہیں پھیلا، اور باقی رہا جہاں وہ خود اقامت پذیر رہے۔ یہاں یہ بات، خاص طور پہ قابل غور ہے کہ ابو حنیفہ کو نہ تو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ ان کی علمی زندگی مرکز نبوت میں گزری، اور نہ وہ اس امتیازی وصف کے حامل تھے کہ قریشی یا ہاشمی النسب ہونے کا فخر حاصل ہو، ابو حنیفہ میں ایسی کوئی خصوصیت نہ تھی، قریشی، اور ہاشمی ہونا تو ایک طرف، وہ سرے سے عربی النسل ہی نہ تھے، خاندان میں نہ کوئی عالم دین تھا، اور نہ کوئی شخص ایسا گزرا تھا جو اسلامی طبقہ کا مقتدا ہوتا، آبائی پیشہ تجارت تھا، خود بھی تمام عمر کاروبار کے ذریعے کسب معاش کیا، ارباب روایت کا ایک مؤثر گروہ، ان کی مخالفت پہ کمر بستہ تھا، غرض حسن قبول، اور اشاعت عام کے لئے جو اسباب اور محرکات ہوسکتے ہیں، وہ سب مفقود تھے۔ اس کے باوجود ابو حنیفہ کے مسلک کا تمام اسلامی ممالک میں اس وسعت اور ترقی کے ساتھ رواج پاجانا یقیناً اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا فقہی مسلک، تہذیب و تمدن، مختلف قوموں اور

نسلوں کے رنگا رنگ معاشرتی تقاضوں کو پورا کرنے کی پوری اہلیت رکھتا ہے۔ انسانی مزدوروں کا جتنا حل، فقہ حنفی میں موجود ہے اتنا کسی اور فقہی مسلک میں نہیں۔ اور یہی سب سے بڑی، اور بنیادی وجہ ہے اس کے قبول عام کی۔[۱۸]

خلافت عباسیہ میں محکمۂ عدل و قضا کے لئے یہی مسلک اختیار کیا گیا، سلطنت عثمانیہ کا سرکاری مذہب یہی تھا، اور اسی کی روشنی میں "مجلۃ الاحکام العدلیہ" کی تدوین ہوئی۔[۱۹] برصغیر ہندوستان میں عالمگیر کے عہد حکومت میں "فتاویٰ عالم گیری" کے عنوان سے فقہ حنفی کی ایک عمدہ اور ضخیم کتاب مرتب ہوئی۔[۲۰] جزوی طور پر، مسلک حنفی کم وبیش تمام اسلامی ممالک میں موجود ہے، مگر ترکی، افغانستان روسی ترکستان پاکستان، چین، ہندوستان، انڈونیشیا اور برما کے مسلمانوں کی غالب اکثریت حنفی مسلک کی پیروکار ہے۔ ایران میں بھی شیعہ مسلک کے بعد حنفی مسلک ہی رائج ہے۔

اس وقت پوری دنیا کے سنّی مسلمانوں میں، دو تہائی حنفی مسلک کے پیروکار ہیں باقی ایک تہائی میں تینوں مذاہب فقہ (مالکی، شافعی، حنبلی) کے ماننے والے ہیں۔[۲۱]

وفات

آپ کی وفات میں بھی حق گوئی وبے باکی کی ایک زندۂ جاوید داستان ہے، حق گوئی، ہر دور میں جرم رہی ہے، اسی جرم کی پاداش میں، منصور نے ۱۴۶ھ میں آپ کو قید کیا، مگر بند و سلاسل نے ان کی شہرت، اور اثر و نفوذ میں اور اضافہ کر دیا، قید خانے میں بھی تعلیم و تدریس، اور ابلاغ حق کا سلسلہ برابر جاری رہا:

ہے مشق سخن جاری، چکی کی مشقت بھی!
کیا طرفہ تماشا ہے، حسرت کی طبیعت بھی

امام محمد نے، جو فقہ حنفی کے اہم رکن ہیں، قید خانے ہی میں ابوحنیفہ سے

تعلیم حاصل کی ۔

عباسی حکومت ، امام کے علمی اور سیاسی اثر و نفوذ، اور ان خیالات سے خائف تھی جو وہ اہل بیت ، نفس زکیہ ، اور ابراہیم کے متعلق رکھتے تھے، اور امام کو قاضی القضاۃ بنانے کی تمام تر کوششیں اسی بنا پر تھیں کہ آپ کی شخصیت ، علمی اور سیاسی بساط سے سمٹ کر خلافت و حکومت کے ایوانوں میں محدود ہو جائے۔ لیکن ظاہر ہے کہ ابو حنیفہ جیسی عبقری شخصیت قصر خلافت تک کیسے محدود ہو سکتی تھی، قاضی القضاۃ بنانے کے جب تمام حربے بے کار ہو گئے تو آپ کو کھانے میں زہر دلوا دیا گیا زہر کا اثر محسوس کیا تو حضور حق سجدہ میں گر گئے، اور اسی حالت میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی آپ کی وفات کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی ، دور دراز سے لوگ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہو گئے۔ قاضی شہر، حسن بن عمارہ نے غسل دیا، نہلاتے تھے اور کہتے جاتے تھے ؛ خدا کی قسم تم سب سے بڑے فقیہ ، بڑے عابد ، اور بڑے زیرک تھے، تم تمام خوبیوں کے جامع تھے، تم نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا کہ وہ تمہارے مرتبہ کو پہنچیں ۔

غسل سے فارغ ہوئے تو لوگوں کا ہجوم تھا کہ چھ بار نماز جنازہ پڑھی گئی، پہلی بار نماز جنازہ میں ، پچاس ہزار آدمیوں نے شرکت کی ۔

سن وفات ، ۱۵۰ھ/۷۶۷م

حوالہ جات

۱ : انسائیکلو پیڈیا آف اسلام، مطبوعہ لائیڈن ۱۹۶۰م - جلد اول، ص ۱۲۳۔

۲ : تذکرۃ الحفاظ، للذہبی، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵م۔ جلد ۱، طبقہ پنجم، ص : ۲۹۔

۳ : امام ابوحنیفہ۔ عینی، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۵۵ھ، ص : ۳۔

۴ : زاء کے پیش، واؤ کے سکون، اور یائے مقصورہ کے ساتھ (وفیات الاعیان، لابن خلکان، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۶۷ھ/۱۹۴۸ء - ص ۴۶)

۵ : دائرۂ معارف اسلامیہ، مطبوعہ دانش گاہ پنجاب۔ لاہور، ۱۹۶۴م جزو اول، ص : ۷۸۴

۶ : امام ابوحنیفہ، از استاد محمد ابو زہرہ، ترجمہ اُردو۔ رئیس احمد جعفری، مطبوعہ ۱۹۶۲م، ص: ۲۶

۷ : سیرۃ النعمان، علامہ شبلی نعمانی رح۔

۸ : امام ابوحنیفہ محمد ابوزہرہ، ص : ۲۵

۹ : ابن حجر مکی، احمد بن محمد بن علی بن حجر، الہیثمی المکی، شافعی المسلک تھے، پیدائش : ۹۰۹ھ/ ۱۵۰۴م، وفات : ۹۷۴ھ/۱۵۶۷م۔

۱۰ : امام اعظم اور علم الحدیث، از مولانا محمد علی الصدیقی، مطبوعہ سیالکوٹ ۱۳۸۶ھ/ ۱۹۶۶م، ص : ۸۱

۱۱ : امام اعظم اور علم الحدیث، ص : ۸۱

۱۲ : دائرہ معارف اسلامیہ، جلد اوّل، ص : ۷۸۴۔

۱۳ : (التوبہ، ۹۹، ۱۰۰)

۱۴ : آپ کا نام، یحییٰ بن شرف، کنیت ابو ذکریا، اور محی الدین لقب ہے، محرم ۶۳۱ ہجری میں دمشق کے قریب نویٰ نامی گاؤں میں پیدا ہوئے، مختلف فنون میں محقق اور حافظ حدیث تھے، ساری عمر شادی کے بغیر گزاری، ہر وقت مصروف رہتے تھے، شب و روز کے تین بنیادی مشغلے تھے۔ مطالعہ تصنیف و تالیف اور ذکر الٰہی، آپ کی تصانیف

میں شرح صحیح مسلم، اور ریاض الصالحین نے قبول عام کا درجہ پایا۔ صرف ۴۵ برس عمر پائی، ۱۴ رجب ۶۷۶ ہجری تاریخ وفات ہے۔

۱۵:- انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد اوّل۔ ص: ۱۲۳۔ نیز دائرۃ المعارف الاسلامیہ، مطبوعہ تہران ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳م، جزو اول، ص: ۳۳۰۔

۱۶:- ذہبی، پورا نام۔ محمد بن احمد بن عثمان، الدمشقی۔ پیدائش: یکم ربیع الثانی ۶۷۳ھ/ ۵ اکتوبر ۱۲۷۴م دمشق میں، ۲ ذی قعدہ ۷۴۸ھ/ ۳ فروری ۱۳۴۸م میں وفات پائی۔ معروف تصانیف: تذکرۃ الحفاظ المشتبہ اسماء الرجال، میزان الاعتدال۔

عسقلانی: پورا نام۔ احمد بن علی بن محمد بن علی بن احمد، الکنانی العسقلانی، المصری، پیدائش: ۱۲ شعبان ۷۷۳ھ/ ۱۸ ۲ ۱۳۷۲م۔ حدیث اور فقہ میں سند کی حیثیت رکھتے ہیں، شافعی المسلک ہیں، وفات: ذی الحجہ ۸۵۲ھ/ فروری ۱۴۴۹م۔ اہم تصانیف: فتح الباری، شرح بخاری، تہذیب التہذیب۔

ابن جوزی: پورا نام عبدالرحمٰن بن علی بن محمد، ابوالفرج جمال الدین۔ پیدائش: ۵۱۰ھ/ ۱۱۱۶م۔ بغداد، وفات: ۵۹۷ھ/ ۱۲۰۰م۔ حنبلی المسلک ہیں، اہم مؤلفات: کشف النقاب عن الاسماء والالقاب اعمار الاعیان، المجتنیٰ من المجتبیٰ۔ خطیب بغدادی: ابو منصور عبدالقادر ابن طاہر، بلند پایہ فقیہ، اور اصولی علم حساب میں مہارت تامہ تھی، ابو اسحاق اسفرائینی سے اکتساب علم کیا، اور ۴۱۸ھ/ ۱۰۲۷م میں ان کی وفات کے بعد ان کی جگہ تدریس شروع کی، فرق اسلامیہ کے بارہ میں ایک کتاب تالیف کی "الفرق بین الفرق، دبیان فرقۃ الناجیۃ منہم"۔ ۱۹۱۰م میں قاہرہ میں طبع ہوئی۔

ابن خلکان: احمد بن محمد بن ابراہیم، شمس الدین ابوالعباس البرمکی الشافعی، پیدائش: ۱۱ ربیع الثانی ۶۰۸ھ/ ۲۳ ستمبر ۱۲۱۱م۔ اربیلا میں پیدا ہوئے، حلب، اور دمشق میں تعلیم پائی، وفات: ۱۶ رجب ۶۸۱ھ/ اکتوبر ۱۲۸۲م، مشہور تصنیف وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان۔

ابن حجر مکی: احمد محمد بن محمد بن علی بن حجر، الہیثمی المکی، شافعی المسلک پیدائش: ۹۰۹ھ/ ۱۵۰۴م، وفات: رجب ۹۷۴ھ/ فروری ۱۵۶۷م۔

۱۷ :۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات، بالاتفاق ۹۳ ہجری میں ہوئی۔ گویا اس وقت امام صاحب کی عمر، کم وبیش چودہ برس تھی۔

۱۸ :۔ امیر کوفہ، عمرو بن حریث، م ۔ ۸۵ھ ۔ عبداللہ بن ابی اوفی، م ۔ ۸۷ھ، سہل بن سعد، م ۔ ۸۸ھ، عبداللہ بن حارث زبیدی، م ۔ ۸۸ھ، عبداللہ بن ثعلبہ م ۔ ۸۹ھ، والصقہ بن معبد اسدی م ۔ ۸۹ھ، عتبہ بن عبد السلمی م ۔ ۹۰ھ، عبداللہ بن انیس، م ۔ ۹۵ھ، اسعد بن سہل بن حنیف، م ۔ ۱۰۰ھ، رضی اللہ عنہم۔ (بحوالہ: امام ابوحنیفہ، مولفہ عینی۔ مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۵۵ھ ص: ۸)

۱۹ :۔ دائرۂ معارف اسلامیہ۔ جزو اول، ص: ۸۴۷۔

۲۰ :۔ مقدمہ اعلاء السنن، مولفہ مولانا ظفر احمد عثمانی، مطبوعہ۔ تھانہ بھون (بھارت) ۱۳۴۴ھ، ص: ۶۸۔

۲۱ :۔ فوائد علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بر قرآن حکیم، سورۃ: ۴۷، آیت: ۳۸ نیز صحیح مسلم، ج: ۲، ص: ۳۱۲، نیز مقام ابوحنیفہ، از محمد سرفراز، ص ۶۳ ۔ ۶۴۔

۲۲ :۔ امام اعظم اور علم الحدیث، ص: ۸۶ ۔ ۸۷ ۔ ۸۸ نیز مقام ابوحنیفہ، ص: ۶۴ ۔ ۶۵ ۔ ۶۶

۲۳ :۔ دائرہ معارف اسلامیہ، جلد: ۱، ص: ۸۴۷۔ ۲۔ پورا نام: یعقوب بن ابراہیم بن حبیب، ابویوسف۔ کوفہ میں، ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے، ۱۸۲ھ میں وفات پائی، مہدی عباسی کے دورِ حکومت میں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

۲۴ :۔ سیرت النعمان، علامہ شبلی نعمانی، مطبوعہ ملتان۔ ص: ۸۹ ۔ ۹۰۔

۲۵ :۔ حمّاد، حماد بن ابی سلیمان، کوفہ کے مشہور امام، اور استاد فقہ ۱۲۰ ہجری میں وفات پائی۔

۲۶ :۔ دائرہ معارف اسلامیہ، جلد: ۱، ص: ۸۴۷۔

۲۷ :۔ وفیات الاعیان، لابن خلکان، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸م، جزو: ۵، ص: ۴۲۔

۲۸ سیرت النعمان ص: ۴۳۔

۲۹ دائرہ معارف اسلامیہ، جلد اول صفحہ: ۸۴۷۔

۳۰ امام ابوحنیفہ، ص: ۱۱۵۔

۳۱ :۔ امام ابوحنیفہ، ص : ۱۲۸ - ۱۲۹
۳۲ :۔ امام جعفر الصادق۔ از محمد ابوزہرہ، اُردو ایڈیشن، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ م - ص : ۵۸
۳۳ :۔ امام ابوحنیفہ۔ عینی ص : ۲۲
۳۴ :۔ دائرۂ معارف اسلامیہ، جلد اول - ص : ۷۸۵ -
۳۵ :۔ تاریخ تدوین فقہ، مفتی عمیم الاحسان - مطبوعہ دہلی -
۳۶ :۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام، جلد : ۱ ص : ۱۲۳
۳۷ :۔ دائرہ معارف اسلامیہ، ج : ۱، ص : ۷۸۴
۳۸ :۔ دائرہ معارف اسلامیہ۔ ج : ۱، ص : ۷۸۴
۳۹ :۔ دائرہ معارف اسلامیہ۔ ج : ۱، ص : ۷۸۷
۴۰ :۔ سیرت النعمان۔ شبلی، ص : ۲۲۵
۴۱ :۔ فلسفہ شریعت اسلام۔ صبحی محمصانی، طبع لاہور ۱۹۵۵ م، ص : ۳۳ -
۴۲ :۔ دائرہ معارف اسلامیہ۔ ج - ۱، ص : ۷۸۷
۴۳ :۔ فلسفہ شریعت اسلام، صبحی محمصانی۔ ص : ۳۴
۴۴ :۔ دائرہ معارف اسلامیہ۔ ج : ۱، ص : ۷۸۴